شذرات

روزے کا مقصد

[جناب جاوید احمد غامدی کی کتاب ''میزان'' سے اقتباس]

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

روزے کا مقصد قرآن مجید نے سورۂ بقرہ کی آیت ۱۸۳ میں یہ بیان کیا ہے کہ لوگ خدا سے ڈرنے والے بن جائیں۔ اِس کے لیے اصل میں 'لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ' کے الفاظ آئے ہیں، یعنی تمھارے اندر تقویٰ پیدا ہو جائے۔ قرآن کی اصطلاح میں تقویٰ کے معنی یہ ہیں کہ انسان اپنے شب و روز کو اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ حدود کے اندر رکھ کر زندگی بسر کرے اور اپنے دل کی گہرائیوں میں اِس بات سے ڈرتا رہے کہ اُس نے اگر کبھی اِن حدود کو توڑا تو اِس کی پاداش سے اللہ کے سوا کوئی اُس کو بچانے والا نہیں ہو سکتا۔

روزے سے یہ تقویٰ کس طرح پیدا ہوتا ہے؟ اِس کو سمجھنے کے لیے تین باتیں پیش نظر رہنی چاہییں:

پہلی یہ کہ روزہ اِس احساس کو آدمی کے ذہن میں پوری قوت کے ساتھ بیدار کر دیتا ہے کہ وہ اللہ کا بندہ ہے۔ نفس کے چند بنیادی مطالبات پر حرمت کا قفل لگتے ہی یہ احساس بندگی پیدا ہونا شروع ہوتا اور پھر بتدریج بڑھتا چلا جاتا ہے، یہاں تک کہ روزہ کھولنے کے وقت تک یہ اُس کے پورے وجود کا احاطہ کر لیتا ہے۔ فجر سے مغرب تک کھانے کا ایک نوالہ اور پانی کا ایک قطرہ بھی روزے دار کے حلق سے نہیں گزرتا اور وہ ان چیزوں کے لیے نفس کے ہر مطالبے کو محض اپنے پروردگار کے حکم کی تعمیل میں پورا کرنے سے انکار کر دیتا ہے۔ روزے کا یہ عمل جب بار بار دہرایا جاتا ہے تو یہ حقیقت روزے دار کے نہاں خانۂ وجود میں اتر جاتی، بلکہ اُس کی جبلت میں پیوست ہو جاتی ہے کہ وہ ایک پروردگار کا بندہ ہے اور اُس کے لیے زیبا یہی ہے کہ زندگی کے باقی معاملات میں بھی تسلیم و اعتراف کے ساتھ وہ اپنے مالک کی فرماں روائی کے سامنے سپر ڈال دے اور خیال و عمل، دونوں میں اپنی آزادی اور خود مختاری کے ادعا سے دست بردار

ہوجائے۔ اِس سے، ظاہر ہے کہ خدا پر آدمی کا ایمان ہر لحاظ سے زندہ ایمان بن جاتا ہے، جس کے بعد وہ محض ایک خدا کو نہیں، بلکہ ایک ایسی سمیع و بصیر، علیم و حکیم اور قائم بالقسط ہستی کو مانتا ہے جو اُس کے تمام کھلے اور چھپے سے واقف ہے اور جس کی اطاعت سے وہ کسی حال میں انحراف نہیں کرسکتا۔ تقویٰ پیدا کرنے کے لیے سب سے مقدم چیز یہی ہے۔

دوسری یہ کہ روزہ اِس احساس کو بھی دل کے اعماق اور روح کی گہرائیوں میں اتار دیتا ہے کہ آدمی کو ایک دن اپنے پروردگار کے حضور میں جواب دہی کے لیے پیش ہونا ہے۔ ماننے کو تو یہ بات ہر مسلمان مانتا ہے، لیکن روزے میں جب پیاس تنگ کرتی، بھوک ستاتی اور جنسی جذبات پوری قوت کے ساتھ اپنی تسکین کا تقاضا کرتے ہیں تو ہر شخص جانتا ہے کہ تنہا یہی احساس جواب دہی ہے جو آدمی کو بطن و فرج کے اِن مطالبات کو پورا کرنے سے روک دیتا ہے۔ رمضان کا پورا مہینا ہر روز گھنٹوں وہ نفس کے اِن بنیادی تقاضوں پر محض اِس لیے پہرا لگائے رکھتا ہے کہ اُسے ایک دن اپنے مالک کو منہ دکھانا ہے۔ یہاں تک کہ سخت گرمی کی حالت میں حلق پیاس سے چٹختا ہے، برفاب سامنے ہوتا ہے، وہ چاہے تو آسانی سے پی سکتا ہے، مگر نہیں پیتا؛ بھوک کے مارے جان نکل رہی ہوتی ہے، کھانا موجود ہوتا ہے، مگر نہیں کھاتا؛ میاں بیوی جوان ہیں، تنہائی میسر ہے، چاہیں تو اپنی خواہش پوری کرسکتے ہیں، مگر نہیں کرتے۔ یہ ریاضت کوئی معمولی ریاضت نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حضور میں جواب دہی کا احساس اِس سے دل و دماغ میں پوری طرح راسخ ہوجاتا ہے۔ تقویٰ پیدا کرنے کے لیے، اگر غور کیجیے تو دوسری موثر ترین چیز یہی ہے۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

تیسری یہ کہ تقویٰ کے لیے صبر ضروری ہے، اور روزہ انسان کو صبر کی تربیت دیتا ہے۔ بلکہ صبر کی تربیت کے لیے اِس سے بہتر اور اِس سے زیادہ موثر کوئی دوسرا طریقہ شاید نہیں ہوسکتا۔ دنیا میں ہم جس امتحان سے دوچار ہیں، اُس کی حقیقت اِس کے سوا کیا ہے کہ ایک طرف ہمارے حیوانی وجود کی منہ زور خواہشیں ہیں اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ کا یہ مطالبہ ہے کہ ہم اُس کے حدود میں رہ کر زندگی بسر کریں؟ یہ چیز قدم قدم پر صبر کا تقاضا کرتی ہے۔ سچائی، دیانت، تحمل، بردباری، عہد کی پابندی، عدل و انصاف، عفو و درگذر، منکرات سے گریز، فواحش سے اجتناب اور حق پر استقامت کے اوصاف نہ ہوں تو تقویٰ کے کوئی معنی نہیں ہیں، اور صبر کے بغیر یہ اوصاف، ظاہر ہے کہ آدمی میں کسی طرح پیدا نہیں ہوسکتے۔

روزے کا مقصد یہی تقویٰ ہے اور اِس کے لیے اللہ نے رمضان کا مہینا مقرر فرمایا ہے۔ ہم نے اوپر بیان کیا ہے کہ اِس کی وجہ اللہ تعالیٰ نے یہ بتائی ہے کہ اِس مہینے میں قرآن نازل ہونا شروع ہوا ہے۔ روزے کے مقصد سے اِس کا کیا تعلق ہے؟ استاذ امام امین احسن اصلاحی نے اِس کی وضاحت میں لکھا ہے:

’’غور کرنے والے کو اِس حقیقت کے سمجھنے میں کوئی الجھن نہیں پیش آ سکتی کہ خدا کی تمام نعمتوں میں سب سے بڑی نعمت عقل ہے اور عقل سے بھی بڑی نعمت قرآن ہے، اِس لیے کہ عقل کو بھی حقیقی رہنمائی قرآن ہی سے حاصل ہوتی ہے۔ یہ نہ ہو تو عقل سائنس کی ساری دوربینیں اور خردبینیں لگا کر بھی اندھیرے میں بھٹکتی رہتی ہے۔ اِس وجہ سے جس مہینے میں دنیا کو یہ نعمت ملی، وہ سزاوار تھا کہ وہ خدا کی تکبیر اور اُس کی شکرگزاری کا خاص مہینا ٹھیرا دیا جائے تا کہ اِس نعمت عظمیٰ کی قدروعظمت کا اعتراف ہمیشہ ہمیشہ ہوتا رہے۔ اِس شکرگزاری اور تکبیر کے لیے اللہ تعالیٰ نے روزوں کی عبادت مقرر فرمائی جو اُس تقویٰ کی تربیت کی خاص عبادت ہے جس پر تمام دین وشریعت کے قیام و بقا کا انحصار ہے، اور جس کے حاملین ہی کے لیے درحقیقت قرآن ہدایت بن کر نازل ہوا ہے۔... گویا اِس حکمت قرآنی کی ترتیب یوں ہوئی کہ قرآن حکیم کا حقیقی فیض صرف اُن لوگوں کے لیے خاص ہے جن کے اندر تقویٰ کی روح ہو اور اِس تقویٰ کی تربیت کا خاص ذریعہ روزے کی عبادت ہے۔ اِس وجہ سے رب کریم وحکیم نے اِس مہینے کو روزوں کے لیے خاص فرما دیا جس میں قرآن کا نزول ہوا۔ دوسرے لفظوں میں اِس بات کو یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ قرآن اِس دنیا کے لیے بہار ہے اور رمضان کا مہینا موسم بہار اور یہ موسم بہار جس فصل کو نشوونما بخشتا ہے، وہ تقویٰ کی فصل ہے۔‘‘(تدبرقرآن ۱/۴۵۱)

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

——— جاوید احمد غامدی

سورۂ توبہ میں ’الَّذِيۡنَ يَلُوۡنَكُمۡ مِّنَ الۡكُفَّارِ‘ سے مراد

سورۂ توبہ کی آیت کے الفاظ ’الَّذِيۡنَ يَلُوۡنَكُمۡ مِّنَ الۡكُفَّارِ‘ سے کون لوگ مراد ہیں؟ اس کے جواب میں بعض اہل علم کا خیال ہے کہ سید ابوالاعلیٰ مودودی، مولانا امین احسن اصلاحی اور جناب جاوید احمد غامدی، تینوں ان سے ’منافقین‘ مراد لیتے ہیں۔ مولانا مودودی کی حد تک تو اُن کی بات بالکل درست ہے، مگر اصلاحی صاحب اور غامدی صاحب کے حوالے سے درست نہیں ہے۔ دونوں علما کے تراجم اور تفاسیر اس غلط فہمی کی واضح تردید کر رہے ہیں۔

مولانا اصلاحی کا ترجمہ یہ ہے:

’’اے ایمان والو، تمھارے گردوپیش جو کفار ہیں، ان سے لڑو اور چاہیے کہ وہ تمھارے رویہ میں سختی محسوس کریں اور